قرآن وسنّت میں اقتصادی تربیت کا اہتمام

Concentration of Quran and Sunnah upon Economic Education

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muqaddar Abbas
Ph.D Research Scholar, Education Department,
Al-Mustafa International University, Qom, Iran.
E-mail: muqaddarrajoa@gmail.com

Abstract:
The living nations of the world are looking for the guarantee of their development and prosperity to maintain their identity and existence. They see this guarantee in their economic development. But, there is no economic development without economic education and training of the young generation. This is the reason why developed countries are investing in the economic education and training of future generations to shape their economic future. They are striving to provide educational materials that can make today's students the economic pillars of tomorrow.
Unfortunately, no such comprehensive planning and economic education and training is seen in the Muslim world. In fact, the root cause of many of our problems is lack of economic training. Although Islam is a complete code of life and it has provided sufficient material of our economic training, but we do not move along with its guidance. If we take correct support of Islamic teachings for our intellectual and practical guidance, we will find welfare in this world and in the hereafter: " فی الدنیا حسنہ و فی الآخرۃ حسنہ ".
In this paper, the arrangements of economic training of a Muslim in the Qur'an and Sunnah has been examined. According

to the writer, Islam emphasizes economic development and prosperity. Islam has given excellent teachings on the importance of economy, the importance of economic autonomy, models of economic prosperity and the logic of economic choice. In the article under review, these topics have been examined in detail in the light of Quran and Sunnah.

Key words: Development, Prosperity, Economic training, Education, Islamic teachings, Goodness, Welfare, Quran, Sunnah.

خلاصہ

دنیا کی زندہ قومیں اپنے تشخص اور وجود کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی ترقی اور خوشحالی کی ضمانت تلاش کرتی ہیں۔ انہیں اپنی معاشی ترقی کی ضمانت معاشی تربیت میں نظر آتی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ جب تک نئی نسل کی معاشی تربیت نہیں ہوگی ترقی کا پہیہ نہیں گھومے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک اپنے معاشی مستقبل کی تشکیل کے لیے آنے والی نسلوں کی معاشی تعلیم وتربیت پر سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ وہ تعلیمی مواد فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہیں جو آج کے طلبہ کو کل کے معاشی ستون بنا سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے مسلم دنیامیں ایسی کوئی جامع منصوبہ بندی اور معاشی تربیت نظر نہیں آتی۔ درحقیقت، ہمارے بہت سے مسائل کی جڑ معاشی تربیت کا فقدان ہے۔ حالانکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس نے ہماری معاشی تربیت کے لیے کافی مواد فراہم کیا ہے۔ لیکن ہم ہدایت کی اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرنے کے خواہاں نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی فکری اور عملی رہنمائی کے لیے اسلامی تعلیمات کا صحیح سہارا لیں تو دنیا اور آخرت میں فلاح پائیں گے: "فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً"۔

اس مقالے میں قرآن وسنت میں مسلمان کی معاشی تربیت کے اہتمام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق اسلام معاشی ترقی اور خوشحالی پر زور دیتا ہے۔ اسلام نے معیشت کی اہمیت، معاشی خود مختاری کی اہمیت، معاشی خوشحالی کے نمونے اور معاشی انتخاب کی منطق پر بہترین تعلیمات دی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ان موضوعات کا قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: ترقی، خوشحالی، معاشی تربیت، تعلیم، اسلامی تعلیمات، نیکی، فلاح، قرآن، سنت۔

اصطلاحات کی وضاحت

1. اقتصاد

"القصدُ" لغت میں "راستے کا سیدھا ہونا" معتدل ہونا، افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی اور معتدل رستے پر چلنا اقتصاد کہلاتا ہے۔[1] معیشت کی زبان میں نہ فضول خرچی کرنا اور نہ ہی بخیل ہونا بلکہ درمیانی راہ کو اختیار کرنا اقتصاد کہلاتا ہے۔[2] اقتصاد قدیم یونانی لفظ okio nemien سے ماخوذ ہے کہ جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ Economic ہے۔ یہ لفظ گھریلو امور میں تدبیر کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ آج کل اپنے وسیع معنوں میں مالی امور سے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔[3] قرآن میں اقتصاد "پیشرفت اور ترقی کے لیے ہدف مند طرز عمل" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ہر وہ طرزِ عمل جو باہدف نہ ہو وہ غیر اقتصادی ہے۔[4]

2. تربیت

تربیت کی اصل رب یعنی مالک و سرپرست یا "ربو" بمفهوم زیادتی، رشد، نمو، نگہداری، غذا دینا اور پرورش کرنا۔ اصطلاحی طور پر تربیت، پرورش جسمی و روحی و معنوی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تربیت اگر "ربب" سے ہو تو اس کے معانی انسان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا، نواقص کو دور کرنا اور ہدایت کرنا تاکہ حد کمال تک جا پہنچے جو کہ مطلوب ہے۔[5] دوسرے معنوں میں انسان کی بالقوہ صلاحیتوں کو کمال تک پہنچانے کیلئے، جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے فراہم کرنا۔[6] جو یہ فراہم کرے اسے رب کہا جاتا ہے۔

قرآن میں جہاں بھی رب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ تربیت کنندہ کے لئے ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کو اور بالخصوص انسان کو کمال تک پہنچانے کے لیے ان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہستی کو رب کہا جاتا ہے۔ تربیت کنندہ۔ پرورش کنندہ۔ اور بطور مطلق فقط خداوند متعال کے لیے ہے۔ استاد مصباح یزدی کے مطابق انسان کی ذہنی مدیریت کو تعلیم اور انسان کی قلبی و ارادی مدیریت کو تربیت کہتے ہیں۔ یعنی انسان کی صلاحیتوں کو چاہے وہ ذہنی ہوں، حسی ہوں، افعالی ہوں یا کردار کے حوالے سے ہوں ان کو کمال تک پہنچانا۔[7]

3. اقتصادی تربیت

اقتصادی تربیت کا مطلب انسان کی شناخت، عواطف ورجحانات اور رفتار واعمال ان تمام جہات میں ایسی تربیت کرنا کہ وہ معیشت کے میدان میں درست انتخاب اور فیصلہ سازی کر سکیں۔[8] دوسرے الفاظ میں بچوں کی ایسی تعلیم و تربیت جو انہیں اس قابل بنادے کہ وہ اپنی اقتصادی صلاحیتوں کو پہچاننے کے بعد درست سمت میں ان کو پروان

چڑھا سکیں اور قدرتی وسائل کی پیداوار، عادلانہ تقسیم اور میانہ روی کے ساتھ اسے مصرف میں لا سکیں، ایسی تربیت، اقتصادی تربیت کہلاتی ہے۔[9]

اسلام کی اقتصادی تربیت کی جامعیت

آج دنیا کے ترقی یافتہ ممالک اپنی نسلوں کو اقتصادی تربیت فراہم کر رہے ہیں۔ باقاعدہ طور پر سلیبس ڈیزاین کیے گئے ہیں۔ انہیں باور کرایا جاتا ہے کہ ملک و قوم کے لیے اصل ستون تم ہو۔ معاشرے کی ذمہ داریاں تمہارے کندھوں پر ہیں۔[10] مع الوصف، جس قدر اسلام کا اقتصادی تربیت کا نظام جع ہے، اتنا کوئی اور نظام جامع نہیں ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام تعلیم و تربیت اتنا جامع ہے کہ یہ انسان کے ایک لقمے کی حلیّت و حرمت کو بھی Count کرتا ہے اور اسے انسان کی آئندہ نسلوں کی تقدیر پر اثر انداز سمجھتا ہے۔ بھلا دنیا کا کونسا اقتصادی نظام اتنا جامع ہے اور دنیا کی کونسی یونیورسٹی اقتصادیات میں یہ بتاتی ہے کہ لقمہ حلال کیا ہے اور لقمہ حرام کیا ہے؟[11] اسی طرح آج دنیا کے تمام تربیتی نظام معین شدہ اہداف کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔[12] اسلام بھی مسلمانوں کی اقتصادی تربیت اور ان کی معاشی تگ و دَو کا بنیادی ہدف سعادت یعنی قربِ الٰہی کو قرار دیتا ہے۔ اسلام مومن کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب وہ دعا مانگے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں سعادت کی دعا مانگے۔ اس سے اسلام کے تربیتی نظام میں اقتصادی فعالیت کے ہدف کی وسعت سامنے آتی ہے۔

اسلام انسانی زندگی کے تمام میدانوں میں راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام، گھرانے سے لے کر، مملکت کی تدبیر کی تربیت دیتا ہے؛ یعنی معاشرے کے ہر فرد کی اس طرح تربیت کرنا کہ وہ اس دنیا میں اپنے معاشرے میں اہم کردار ادا کر سکے۔[13] انسانی زندگی کا کوئی بھی ایسا تربیتی پہلو نہیں ہے کہ جس کے بارے اسلام میں راہنمائی موجود نہ ہو۔[14] اسلام انسان کی جامع اقتصادی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔ دین اسلام نے اقتصادیات میں انسان کی دو حوالوں سے رہنمائی فرمائی ہے: ایک، فقہی لحاظ سے؛ جس میں مالکیت کا تصور، باہمی لین دین (تجارت)، ٹیکسز، وراثت کے احکام، ہبہ و صدقات، وقف اور کفارات کا بیان شامل ہے اور دوسرا، اخلاقی لحاظ سے؛ جس میں امانت، دیانت، پاکیزگی، عدالت، احسان اور ایثار کا حکم اور رشوت، چوری، خیانت، کم تولنے اور ملاوٹ سے ممانعت شامل ہیں۔[15] ان تمام امور میں دینِ اسلام حدود قیود کا تعین کرتا ہے۔

اقتصادی تربیت میں جب انفرادی جہت سے بات ہوتی ہے تو وہاں قناعت، زہد، سخاوت سے لے کر رزق حلال کمانے اور کام کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔جب اجتماعی معاملات کی بات کی گئی ہے تو وہاں شرعی احکام خرید و فروخت، کرایہ، مضاربہ، کاشتکاری، مشارکت۔ان کے ساتھ ساتھ جو دینی شرعی ذمہ داریاں معین کی ہیں جیسے خمس، زکوۃ، بے کسوں کی دستگیری اور محروم اور معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کے ساتھ تعاون۔ان تمام امور

میں دین اسلام نے راہنمائی فراہم کی ہے۔[16]

اسلام میں اقتصاد کی اہمیت

قرآن و سنت میں اقتصادی تربیت کے اہتمام میں سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اقتصاد کی دخالت اور اہمیت کا شعور رکھتا ہو۔ دراصل، اقتصاد، انسان کے لیے شہ رگِ حیات کا حکم رکھتی ہیں۔ فرد، کنبے اور سماج کو مستحکم رکھنے کا ایک انتہائی اہم اور اساسی عنصر اقتصاد ہے۔ اللہ تعالی نے اقتصادیات کو انسانی معاشرے کی بنیاد بنایا ہے۔ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح انسان، پائیدار اقتصادیات کے بغیر ترقی و کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ جس طرح خون کا بہاؤ جسم کے تمام اجزاٗ میں جان ڈالتا ہے، اسی طرح مضبوط اقتصاد معاشرے کے تمام طبقات کو زندہ رکھتا ہے۔ مع الوصف، بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ گویا معاشی تگ و دَو، دینداری کے منافی اور ایک طرح سے غیر شرعی حرکت ہے۔

بعض لوگ اپنی کوتاہ فکری کی بنیاد پر مال و دولت کے حصول کو دنیا داری قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مومن کے پاس مال و دولت ہونی ہی نہیں چاہیے کیونکہ اس دنیا داری نے بڑوں، بڑوں کا بیڑہ غرق کیا ہے۔ نہ مال و دولت ہوگا اور نہ انسان کو ڈگمگانے کا خطرہ ہوگا۔ اسی طرح بعض لوگوں کا موقف یہ ہے کہ اسلام میں مال و دولت اور ثروت و اقتصاد، ضروری ہے۔ لیکن اِن سے لگاو اور محبت بری بات ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں نادرست ہیں۔ اللہ تعالی نے انسان کو آنکھیں اس لیے دی ہیں کہ وہ ان سے جائز استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کو آسان بناسکے اور ترقی و کمال کی منزلوں تک پہنچ سکے۔ لہٰذا نامحرم کو نہ دیکھے لیکن آنکھوں سے ضرور اپنے ارتقاء کی راہ میں استفادہ کرے۔ اسی طرح مال و اولاد وغیرہ کی محبت بھی فی نفسہ ایک مطلوب امر ہے۔ یہ انسان کو انگیزہ عطا کرتی ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے، انہیں ضائع ہونے سے بچائے۔

لہٰذا نہ مالدار ہونا عیب ہے اور نہ ہی مال و دولت کی محبت کوئی عیب ہے۔ ہاں، جو چیز معیوب ہے وہ مال و دولت کی پرستش اور دنیاپرستی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر مال سے انسان کو محبت نہ ہوتی تو پھر انفاق اور ایثار کا کوئی معنی نہیں تھا۔ اگر ایک چیز سے انسان کو کوئی محبت اور لگاو نہ ہو، اور اسے خدا کے لئے خرچ بھی کردے تو یہ کونسا کمال ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ تم اپنی محبوب چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ جب تک تم اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو تب تک کبھی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے اور جو تم خرچ کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ (3:92)

قرآن کریم نے انسانی زندگی میں اقتصادیات کی اہمیت اور معاشی تگ ودَو کے فریضہ ہونے کو اجاگر کیا ہے۔ قرآن، دولت کو فرد اور معاشرہ کے اعتبار اور ترقی کا اہم عنصر قرار دیتا ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ

اللّٰہُ لَکُمۡ قِیٰماً ترجمہ: "اپنے مال کو جسے اللہ نے تمہاری زندگی کی بقاکاذریعہ بنایا ہے، احمقوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑو۔" (5:4) پس نہ دنیاکا ہونا عیب ہے اور نہ ہی اس کی محبت۔ پھر درست کیا ہے؟انسان کو دو محبتوں کا سامنا ہے۔ایک نعمت سے محبت اور ایک محبت اس خالق کے ساتھ کہ جس نے یہ نعمت عطا کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عالم پیری میں خدااسماعیل علیہ السلام جیسافرزند دے اور محبت بھی شدید ہو۔ پھر خداکاحکم آجائے کہ اس کوخدا کی بارگاہ میں پیش کریں۔ پھر خلیل اس انداز میں اپنی قربانی پیش کرے کہ خدا بھی فرمائے کہ اس کاذکر مٹنے نہ پائے۔اوراس کتاب میں ابراہیم کاذکرکیجیے، یقیناًوہ بڑے سچے نبی تھے۔(41:19)

پس دنیا بھی ہو اور دنیا سے محبت بھی ہو ،اس کے ساتھ ایک اور محبت بھی ہے جو کہ خالق سے ہے۔ دنیاداری وہ ہے جب انسان دنیاکی محبت کی خاطر الٰہی محبت اور احکاماتِ خداوندی کو روند ڈالے۔اگر کریم مالک،انسان کو دنیا کی تمام نعمتیں عطا کرے اور وہ خدا کی محبت کی خاطر، اس کے احکامات کی پیروی میں انفاق کردے تو کمال یہی ہے۔[17] مما رزقنٰھم ینفقون کا مصداقِ کامل یہی لوگ ہیں۔یہی عین دین ہے۔

عالمِ اسلام کی اقتصادی زبوں حالی کی ایک اہم وجہ یہی ہے کہ بعض لوگوں نے مال و دولت کاایک دھتکاری ہوئی چیزکے طورپر تعارف کروایا ہے۔اگراسلام کی تعلیمات میں اس طرح ہوتا تو اسلام نے نجس چیزوں سے بچنے کے لئے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ ان سے دور رہنے کی بات کی ہے۔ان کے استعمال سے منع کیا ہے۔جس طرح شراب کی مذمت میں آیا ہے " امام باقر (علیہ السلام) نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے شراب کے بارے میں دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے: اس کا درخت لگانے والے پر، اس کی حفاظت کرنے والے پر، اس کے انگور کو نچوڑنے والے پر، اسے پینے والے پر، شراب پلانے والے پر، جو اسے فراہم کرتا ہے، اور وہ جو اسے حاصل کرتا ہے، جو فروخت کرتا ہےاور جو خریدتا ہے اور وہ جو قیمت حاصل کرتا ہے۔[18]

لیکن دین مبین اسلام نے کبھی بھی مال وثروت کے بارے میں ایسے احکام صادر نہیں فرمائے۔ نہ اس کی پیداوار کی تحقیر کی نہ اس کی تقسیم اور نہ ہی اس کے استعمال کرنے کی۔اسلام نے تو دنیا کو ضائع کرنے،اس کو درست استعمال نہ کرنے اور فضول خرچ کرنے کی مذمت کی ہے۔دنیا سے کنارہ کشی یعنی رہبانیت کی نفی کی ہے۔اسلامی نقطہ نظر سے دنیا کی تمام نعمات انسان کی خدمت کے لیے ہیں۔انسان کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ ان چیزوں کو اس کی خدمت میں استعمال کیا جائے،نہ کہ اُسے ایک دھتکاری ہوئی یا معیوب چیز قرار دیا جائے۔

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ممالک کے وسائل پر قبضہ کیا جاتا ہے اور انسانوں کو جنگوں کا ایندھن بنایا جاتا ہے۔مال پرست ہونا قابلِ مذمت ہےانسان سانپ بن کر بیٹھ جائے یہ قابل مذمت ہے۔ذخیرہ اندوزی کرنا، حریص بن جانا۔ان رذائل کے حامل لوگوں کی قرآن نے مذمت کی ہے۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور

اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔(34:9) اگر اس مال کو عیاشی، لہو ولہب، دوسروں کو اذیت دینے اور بیہودہ کاموں میں خرچ کیا جایے تو یہ مال قابلِ مذمت بھی ہے اور اس کا ہونا پستی کی طرف سفر کا پیش خیمہ ہے۔اس طرح کی ثروت اور مالداری انسانی شخصیت اور اقدار کا جنازہ نکال دیتی ہے۔اس کے مقابلے میں جو دوسرا تصور ہے کہ اس مال و دولت کو ایک وسیلہ قرار دیا گیا ہے[19] کہ اس کے ذریعے سے انسان صرف اپنی ذات کو نہیں بلکہ معاشرے کے محروم طبقے کے لیے سہارا بنتا ہے اور معاشرے کی اجتماعی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

اقتصادی خود مختاری کی تربیت

قرآن وسنت کی نگاہ سے مسلمان فرد اور سماج کو اقتصادی لحاظ سے خود مختار ہونا چاہیے اور اسلام اِس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان، غیر مسلموں کا دست نگر رہے یا ایک انسان، حتی کسی مومن انسان کا محتاج اور کاسہ لیس رہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو اقتصادی خود مختاری کی تربیت دی ہے۔اسلام نے مال و دولت کو فرد اور معاشرے کی بنیاد اور اساس قرار دیا ہے۔اسی لیے قرآن نے حکم دیا ہے کہ اپنا سرمایہ بے عقل لوگوں کے حوالے نہ کرو: "اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو۔" (5:4)

کچھ لوگ خداوند متعال کی راہ جان کا نذرانہ پیش کرکے مقامِ شہادت پر فائز ہوتے ہیں اور انہیں مجاہد کہا جاتا ہے اور کچھ مومنین ایسے ہیں جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرکے مجاہد گردانے جاتے ہیں۔" تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اپنی جانوں اور اپنے اموال سے راہ خدا میں جہاد کرو، اگر تم جان لو تو تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔" (11:61) اسی طرح احادیث (جو کہ قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کرتی ہیں) میں بھی مال و دولت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔یہاں تک کہ رسولِ خدا ﷺ نے تقویٰ الٰہی کے حصول میں مال ودولت کو بہترین معاون قرار دیا ہے۔"نِعْمَ اَلْعَوْنُ عَلَى تَقْوَى اَللَّهِ اَلْغِنَى"ترجمہ: "مال تقویٰ کے لیے بہترین مددگار ہے"۔[20]

مال کی حفاظت کرتے ہوئے اگر کسی شخص قتل ہو جائے تو اسے شہید کہا گیا ہے: "مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ"[21] مولا علیؑ نے بھی وصیت نامے میں مال کے ذریعے جہاد کی نصیحت فرمائی: وَاللّهَ اللّهَ فِي الجِهادِ بِأموالِكُم و أنفُسِكُم و ألسِنَتِكُم في سَبيلِ الله ِاور اللہ سے اپنے مال، جان اور زبان سے جہاد کے بارے میں ڈرو۔[22] اسی طرح روایات میں فقر اور مال و دولت سے محرومیت (جو فرد اور معاشرے کو اعلیٰ اہداف تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے) کی سرزنش کی گئی ہے۔مولا علیؑ فرماتے ہیں۔"الفقر الموت الاکبر" فقر، سب سے بڑی موت ہے۔"[23]

اقتصادی منصوبہ بندی کی تربیت

مال و دولت اور رزق و روزی، ایک بنیادی اور اہم انسانی ضرورت ہے۔ انسان کی یہ ضرورت خدا کی طرف سے فراہم اور اس کی ضمانت دی گئی ہے؛ بشر طیکہ انسان محنت اور کوشش کرے۔ البتہ زندگی کی خوشی اور لطف اندوزی کے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ کھانا فراہم کرنا آدھی کہانی ہے۔ اس کا دوسرا نصف یہ ہے کہ لوگ اپنی زندگی کیسے خرچ کرتے اور گزارتے ہیں۔ لہٰذا کامیاب زندگی گزارنے کا ایک معیار، زندگی کی متاع کو درست استعمال کرنے کا ہنر ہے۔ جس شخص کے پاس یہ ہنر نہ ہو، خواہ اسے کتنی ہی دولت اور سہولتیں میسر ہوں، وہ اچھی زندگی نہیں گزار سکتا۔ انسان کے پاس کامیاب زندگی گزارنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے اپنے وسائل کو استعمال میں لانے کی صلاحیت یا مہارت ہونی چاہیے۔ اسی چیز کا نام اقتصادی منصوبہ بندی یا تدبیر ہے۔

قرآن وسنت نے مسلمانوں کو اقتصادی منصوبہ بندی کی تربیت دی ہے۔ اسلام کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ "سوء التدبير مفتاح الفقر" یعنی "بدانتظامی، غربت کی کنجی ہے"۔[24] اسی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ "بے تدبیری" کو امت اسلامیہ کے مستقبل کے لیے خطرناک قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا "انّی ما اخاف علی امتی الفقر ولکن اخاف علیهم سوء التدبير" مجھے اپنی قوم کی غربت کا خوف نہیں، مجھے ان کی بدنظمی کا خوف ہے۔"[25] امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: " آفَةُ المَعاشِ سوءُ التَّدبيرِ"[26] بدتدبیری، اقتصاد کی آفت ہے۔ لہٰذا زندگی میں وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو روزی کمانے سے زیادہ اس اصول کو اہمیت دیتے ہیں اور کامیابی کا پیمانہ ان کی انتظامی صلاحیتوں کا پیمانہ ہے نہ کہ ان کی آمدنی کی مقدار۔ یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے: "لا مال لمن لا تدبير له" جس شخص کے پاس منصوبہ بندی کا ہنر نہ ہو اس کے پاس دولت نہیں ہو گی۔[27] کیونکہ پیسہ ہونا کافی نہیں ہے۔ دولت کی اہمیت یہ ہے کہ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن ایک بادشاہ ایک تلوار کے بارے میں بات کر رہا تھا جو دشمن کو چیر سکتی ہے۔ بادشاہ نے تلوار اور اس کے مالک کو طلب کیا۔ جب اس نے تلوار اٹھائی تو اسے معمولی پایا اور کہا: مجھے اس تلوار میں کچھ نظر نہیں آتا۔ تلوار کے مالک نے کہا: "اس تلوار کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ میرا بازو ہے، اس کی دھار نہیں!" پیسہ بھی وہی ہے؛ جو چیز پیسے کو موثر بناتی ہے وہ منصوبہ بندی کا فن ہے۔[28]

جب امام علی علیہ السلام اپنے بچوں کو زندگی بسر کرنے کا ہنر سکھاتے ہیں تو وہ معیشت کے بارے میں بھی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: حُسنُ التَّدبيرِ مَعَ الكَفافِ، أكفى لَكَ مِنَ الكَثيرِ مَعَ الإِسرافِ[29] یعنی: "اچھی منصوبہ بندی اور کفایت شعاری، تمہارے لیے اسراف کے ہمراہ کثیر مال سے زیادہ کفایت کرتے ہیں۔" دولت کی خصوصیات میں سے ایک اس کی "پائیداری" ہے۔ دولت جتنی

مستحکم ہوتی ہے اتنا ہی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے اور زندگی میں اتنی ہی خوشحالی آتی ہے۔ دولت کے استحکام کی شرط یہ ہے کہ اس کی آمد وخرچ کی اچھی منصوبہ کی جائے؛ جبکہ غلط منصوبہ بندی بہت ساری دولت کو تباہ کرسکتی ہے۔ اس حوالے سے حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: حُسنُ التَّدبيرِ يُنمي قَليلَ المالِ وسوءُ التَّدبيرِ يُفني كَثيرَهُ یعنی: : حُسنِ تدبیر، قلیل مال کو بڑھاتی ہے اور بری تدبیر، کثیر دولت کو برباد کردیتی ہے۔[30]

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ "فقر" مال و دولت نہ ہونے کا نام نہیں؛ بلکہ کامیاب زندگی کا ہنر نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان کی زندگی میں تدبیر ہوگی تو فقر کے آنے کی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوگی۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: لا فَقرَ مَعَ حُسنِ تَدبيرٍ "[31] آپ ہی کا ارشاد ہے: إذا أرادَ اللهُ بعَبدٍ خَيرا ألهَمَهُ الاقْتِصادَ و حُسنَ التَّدْبيرِ، و جَنَّبَهُ سُوءَ التّدْبيرِ و الإسْرافِ یعنی: "جب اللہ تعالیٰ بندے کی بھلائی چاہتا ہے، اس لیے اسے کفایت شعاری اور حکمت عطا کرتا ہے اور اسے بدانتظامی اور اسراف سے دور رکھتا ہے۔[32] نیز امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: كَمالُ الْمُؤْمِنِ فى ثَلاثِ خِصالٍ: الْفِقْهُ فى دينِهِ، وَ الصَّبْرُ عَلَى النّائِبَةِ، وَالتَّقْديرُ فِى الْمَعيشَةِ[33] یعنی: "مومن کی شخصیت اور کمال تین خصلتوں میں ہے: دین کے مسائل و احکام سے واقف ہونا، سختیوں اور مصیبتوں پر صبر، اس کی زندگی کا حساب کتاب اور صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ ہونا۔"

یہ تمام روایات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ دین اسلام اور تمدن اسلامی اقتصادی مسائل کو کتنی اہمیت دیتا ہے اور اس سے اقتصادی تربیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ جب روایات میں "تدبیر" یا "تقدیر فی المعیشہ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب اقتصادی منصوبہ بندی ہے۔[34] جب ہم اسلامی آثار کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں جہاں بھی حکمأ اور فلسفی شخصیات نے تدبیر منزل یا سیاست مدن کے بارے میں بحث کی ہے، اس سے مراد اقتصادی منصوبہ بندی ہے۔ بو علی سینا کا رسالہ "السیاسیہ" ہو یا خواجہ نصیر الدین کی اخلاق ناصری، ان تمام آثار میں آمدن وخرچ کے طور طریقے، مال کی حفاظت، تدبیر اور منصوبہ بندی بیان ہوئی ہے۔

محنت، مہارت اور عدالت کی تربیت

کسی بھی ملک و معاشرے کی اقتصادی خوشحالی کا دار و مدار، عوام کی محنت، مہارت اور سرمائے کی تقسیم میں عدالت پر ہوتا ہے۔ اسلام نے اس حوالے سے بھی مسلمانوں کی تربیت کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ روزگار کے مواقع ہوں یا کسی صنعت کا قیام، قدرتی وسائل کا استعمال ہو یا افرادی قوت کا استعمال، اسلام نے ان تمام مراحل میں ہماری تربیت کی ہے۔ اسلام نے ہمیں ایسا لٹریچر اور مواد فراہم کیا ہے جو ہمیں معاشرے کا ایک متحرک کردار بناتا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے جب پیداوار کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو اس میں سب سے پہلے پیداوار کے عوامل

زیر بحث آتے ہیں۔ افرادی قوت کی اہمیت، کام کاج کی اہمیت، کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش، قدرتی وسائل کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم، کام کی تقسیم، مینیجمنٹ، اسپیشلسٹ اور پروفیشنل کے ساتھ ساتھ مخلص کارکن، پیداوار کے لیے انجام پانے والے کاموں کی نظارت، مختلف پیشوں میں کام کی تقسیم۔ پیداوار کی مقدار و معیار کے بارے میں سنجیدگی، پیداوار اور تقسیم کے درمیان توازن۔ ان تمام اجزائے کے ساتھ ساتھ اسلام میں جو عنصر اہم ہے وہ معنوی پہلو ہے۔ انسان کو رزاقیتِ الٰہی پر یقینِ کامل ہو۔ ایمان، تقویٰ ،شکر، ایمان اور زہد۔ یہ تمام عناصر تربیت اقتصادی میں وہی مقام رکھتے ہیں جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔[35]

کام کی اہمیت

جب ہم قدرتی وسائل کو بروے کار لاتے ہوئے اقتصاد کی چکی کو چلانا چاہتے ہیں تو اس کا بنیادی پاٹ کام کو اہمیت دینا ہے۔ ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا المیہ تن پروری ہے۔ محنت سے جی چرانے والی قومیں کبھی ترقی کی منازل کو طے نہیں کرتیں۔ بد قسمتی سے اسلام کے دشمنوں نے اور اپنے غافل دوستوں نے مال و دولت کا درست تصور مسلمانوں کو نہیں دیا۔ توکل کا غلط مفہوم بیان کیا گیا۔ خدا کی رزاقیت کی غلط تشریح کی گئ۔ معاشرے میں کمی ازم کو فروغ دے کر، ہاتھ سے کام کرنے کو عیب سمجھا جانے لگا۔

دین اسلام میں قرآنی تعلیمات اور اہلِ بیتؑ کی سیرت میں کسب حلال کو عبادت کہا گیا ہے۔ مما رزقنهم ينفقون سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن کا مطلوب وہ مسلمان معاشرہ ہے کہ جو دوسروں کے لیے انفاق کرنے والا ہو، دوسروں کی دستگیری کرنے والا ہو، ایسا معاشرہ جو خمس و زکوۃ، ہدیہ، ہبہ اور وقف جیسے مفاہیم سے آشنا ہو۔ مکتب اسلام نے جو تربیت اقتصادی کے نمونے سیرت میں بیان کئے ہیں اس میں الکاسب حبيب الله کہا گیا ہے۔ خداوند متعال نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ انسان ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے آپ کو اور معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔ کائنات میں بہت قدرتی نعمتیں موجود ہیں۔ روز روشن خلق کرنے کا مقصد انسان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو نکھارنا ہے۔ انسان اس کی روشنی میں رزق و روزی کی تلاش کرے۔ وہی رزق جسے فضل و خیر کہا گیا ہے۔ "اور دن کو ہم نے معاش (کا ذریعہ) بنایا۔" (11:78) اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے پھر ہم نے رات کی نشانی کو ماند کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور سالوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو اور ہم نے ہر چیز کو پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ (12:17)

اسلام میں جہاں کام اور محنت و مشقت کی بہت زیادہ اہمیت بیان ہوئی ہے، وہاں بے کاری اور نکمّے پن کی شدید مذمت بھی کی گئ ہے۔آج کے معاشرے میں کام کرنا غربت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔جب کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس

ترین ہستیاں، انبیاؑ کرام مختلف پیشے اختیار کیۓ ہوۓ تھے۔ انبیاؑ بھی: کاشتکار، چرواہے، درزی، معلم، بڑھئی اور لوہار تھے۔[36] کسی نے کشتی بنائی جس نے اس کرہ خاکی پر آنے والے سب سے بڑے طوفان کا مقابلہ کیا۔ کسی نے لوہے سے زرہیں بنائیں تو کسی نے یاجوج وماجوج کے ستم وتخریب کاریوں سے بچنے کے لیے دیوار بنائی۔ کسی نے زمین پر سب سے پہلے خانہ خدا کو تعمیر کرکے معماری کی بنیاد رکھی تو کسی نے حضرت شعیبؑ کی بکریاں چرائیں۔ وہ کائنات کے سب سے بڑے مصلح اور عظیم شخصیات تھیں۔

انہیں انبیاؑ میں سے وہ نبی بھی گزرے جنہوں نے مصر جیسے بڑے خطے کو اقتصادی بحران سے نکالا۔ ایسا اقتصادی پروجیکٹ دیا کہ سات سالہ قحط کو نہایت ہی اچھے انداز میں کنٹرول کیا۔[37] معاشرے میں امیر اور غریب کا جو فاصلہ بن چکا تھا اسے ختم کر دیا اور سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ آج کی نسل اگر کام کو عیب سمجھے گی تو کبھی بھی ستاروں پہ کمند نہیں ڈال سکے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلم و تربیت اقتصادی میں وہ تمام مطالب بیان کیے جائیں کہ جو جوانوں کو اس انداز میں تربیت کریں کہ وہ کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔ اسلامی تعلیمات میں سستی اور کاہلی سے پناہ مانگی گئی ہے۔

قوموں کا استقلال اسی سے وابستہ ہے کہ اپنی نسل کی ایسی تربیت کریں کہ جو کام، کام اور بس کام کے نعرے کو عملی کر سکیں۔ تھنک ٹینکس محکم فکری کام فراہم کریں۔ کارکنان اس کو عملی کرنے کی تگ و دو کریں۔ مولا علیؑ کے فرمان کے مطابق جس کے پاس پانی اور مٹی ہو اور وہ پھر بھی فقیر ہو وہ رحمتِ خدا سے دور ہے۔[38] اسلامی معارف جو کام کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔ الٰہی نمایندوں نے جہاں لوگوں کی دنیا کو آباد کیا وہیں لوگوں کی آخرت کو بھی سنوارا۔ دین اسلام میں کام کرنا عیب نہیں بلکہ قابلِ قدر ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے کسی نے کہا۔ آپ کیوں خود کام کر رہے ہیں؟ کام کرنے والے کہاں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا جو مجھ سے بہتر تھے وہ بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی زمینوں میں کام کرتے تھے۔ پوچھنے والے نے پوچھا وہ کون تھے؟ فرمایا رسول خداﷺ اور امیر المؤمنین علیؑ اور میرے سارے آباؤاجداد اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے۔ یہ کام تمام انبیاؑ اور پیامبران الٰہی اور ان کے اوصیاؑ انجام دیا کرتے تھے۔[39]

مال کو حلال ذریعے سے کمانے کے بارے امام زین العابدینؑ رسالۃ الحقوق میں فرماتے ہیں "مال کا حق یہ ہے کہ اسے صرف حلال طریقے سے کمایا جائے۔[40] کام کرنے، محنت و کوشش کرنے کی اہمیت ہم اس حدیث سے بھی جان سکتے ہیں کہ "بیکار شخص کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ رسول خداﷺ نے فرمایا میرے امت میں سے ایک گروہ جس کی دعا قبول نہیں ہو گی، ایسا شخص جو گھر میں بیٹھا رہے اور دعا کرتا رہے، کہے پروردگارا! مجھے روزی دے لیکن وہ روزی کی تلاش میں نہ نکلے۔ اپنے اہل وعیال کے لیے رزق حلال کمانے والے کو جہاد سے زیادہ اجر کا

مستحق قرار دیا گیا ہے۔ رزق حلال کمانے کے لیے کاشتکاری، گلہ بانی، محنت مزدوری، تجارت، معماری اس کے ساتھ ساتھ زمانہ جدید میں انسانی خدمات کے مختلف پیشے اختیار کرنا تاکہ باوقار اور عزت مندانہ زندگی گزاری جا سکے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ قابلِ قدر ہے۔

دین اسلام میں جہاں رزق حلال کمانے کی تلقین ہے وہیں اس رستے میں قدم اٹھانے کے لیے کتنی احتیاط کی ضرورت ہے یہ بھی بیان ہوا ہے۔ تجارت کے احکام سے آشنائی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ خریداروں سے مساوانہ رویے کی تاکید کی گئی ہے۔ کم تولنا اور گران فروشی سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت شعیبؑ کی پوری قوم کو جس بری عادت کی وجہ سے عذاب میں بتلا کیا گیا وہ ناپ تول میں کمی کرنا تھی۔ ناپ تول میں کمی صرف تجارت کے معاملے میں نہیں ہے بلکہ ہر شعبے میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کمی بیشی اسی زمرے میں آتی ہے۔ اگر کوئی استاد ہے یا مزدور، لکھاری ہے یا دکاندار، انجینیئر ہے یا ڈاکٹر۔ اگر وہ اپنے کام میں کمی کوتاہی کرتا ہے تو اس کا شمار بھی ناپ تول میں کمی کرنے والوں میں سے ہوگا۔[41]

کسبِ معاش کی مہارتیں

اسلام نے کسبِ معاش کی مہارتوں کے حصول پر بہت توجہ دی ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ جب بھی کوئی کام، منجملہ اقتصادی کام، ایجادات، اختراعات اور صنعتوں کے قیام میں ہمیشہ استحکام اور کام کی مضبوطی کو پیش نظر رکھیں۔ احادیث میں اس شخص کو رحمت کی خوش خبری سنائی گئی ہے جو اپنے کام کو مضبوطی اور پائیداری کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے" اور ہم نے تمہارے لیے انہیں (داودؑ) زرہ سازی کی صنعت سکھائی تاکہ تمہاری لڑائی میں وہ تمہارا بچاؤ کرے تو کیا تم شکر گزار ہو؟ (80:21) اور ہم نے لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا (10:34)۔ ہم نے وحی کے ذریعے موسیٰ اور ہارون کو ہاؤسنگ انڈسٹری سکھائی۔ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات مہیا کرو۔ (87:10) حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بنائیں۔ (37:11)

قرآن کریم میں بہت سی جگہوں پر اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ زمین میں خدا کا فضل تلاش کرو۔" اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔" (12:17) الٰہی احکامات میں انسان کو کھیتی باڑی، زمینوں کی آبادکاری اور مویشی پالنے کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔ اور ثمود کی طرف ان کی برادری کے فرد صالح کو بھیجا، انہوں نے کہا: "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں آباد کیا لہٰذا تم اسی سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور توبہ کرو، بے شک میرا رب بہت قریب ہے، (دعاؤں کا) قبول کرنے والا ہے"۔ (61:11)

خلاصہ یہ کہ الٰہی اہداف کے حصول کے تمام اقتصادی مہارتیں عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ انسان کو اپنی آمدن بڑھانے کے لیے جن مہارتوں کی ضرورت ہے۔ اس میں پیداواری کسب وکار، تجارت، ملازمت (مختلف پیشے)، خرچ اخراجات، بچت اور اپنی دینی ومذہبی سرگرمیوں کے لیے خیراتی کام۔ یہ مہارتیں پیداوار، تجارت اور خدمات کے تین شعبوں میں ظاہر ہوتی ہیں، اور ہر شعبے میں کام اور اقتصادی کوشش ضروری ہے۔ رزقِ حلال کی خاطر کام کرنے کی بہت زیادہ تاکید آیات وروایات میں موجود ہے۔

وسائل اور مال کی تقسیم

قدرتی وسائل سے حاصل ہونے والی درآمد کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم بھی تربیت اقتصادی کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ معاشرے میں توازن پیدا کرنا، امیر اور غریب کا جو طبقاتی نظام وجود میں آتا ہے اس کا سدّباب کرنا، دولت کو چند ہاتھوں سے نکال کر معاشرے میں لانا، فرد محور کی بجائے معاشرہ محور اقتصاد کے قیام کی کوشش کرنا، معاشرے کے محروم اور پسے ہوئے لوگوں کی دستگیری کرنا، انفاق کی ضرورت واہمیت، معاشرے میں انفاق رائج کرنا، تنگ دست افراد کو قرض جیسی سہولت فراہم کرنا، شرعی احکام خمس وزکوۃ کی اہمیت، مصارف اور زکوۃ کے آثار وبرکات سے معاشرے میں آگاہی دینا۔ وہ عوامل جو معاشرے میں کرپشن کو فروغ دیتے ہیں ان تمام عوامل کا سدّباب کرنا۔ سود، رشوت، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی جیسی رزیلہ صفات جو معاشروں کو زوال کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان سے آنے والی نسلوں کو بچانا۔ دین اسلام نے ان تمام اجزأ کے بارے میں راہنمائی فرمائی ہے۔ مزدور کی مزدوری ہو، ملک میں قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو۔ تربیت اقتصادی ان تمام امور میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔[42]

وسائل کے درست استعمال کی تربیت

تربیت اقتصادی کا تیسرا اہم اور بنیادی رکن وسائل کو صحیح انداز میں صرف کرنا ہے۔ انسان کو افراط تفریط سے نکال کر قناعت اور میانہ روی یعنی اعتدال کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ وسائل کو کیسے صرف کرنا ہے؟ اس کے لیے تدریسی مواد اس طرح مرتب کیا جائے کہ یہ تمام مفاہیم بچوں کے اذہان میں منتقل ہوں تاکہ وہ معاشرے کی تعمیر وترقی میں مثبت کردار ادا کرسکیں۔ اس مرحلے میں سب سے پہلے جس چیز کی تربیت ضروری ہے وہ ذہن کی مدیریت ہے، یعنی یہ سمجھا سکیں کہ ضرورت کونسی ہے اور خواہش کونسی ہے۔ کون سی چیز ہے کہ جس کے بغیر گزارا نہیں اور کونسی چیز ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ ضرورت اور خواہش کی سمجھ دینا۔ روٹی، کپڑا اور مکان سے لے کر حمل ونقل کی ضرویات، باہمی احترام، باہمی بھائی چارہ، اعتماد کی فضا، ظاہر کی آرائش، سیکورٹی کی فراہمی

یہ بنیادی ضروریات کے سائے میں دوسرے مرحلے کی ضروریات ہیں۔
اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے ہمیں اشیاٗاور وسائل کو صرف کرنے کی حدود و قیود اور شرائط کی تعلیم دی ہے۔ وسائل کو خرچ کرتے ہوئے جس چیز کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے وہ پاک اور حلال ہونا ہے۔ انسان جب وسائل کو خرچ کرے تو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اسراف اور فضول خرچی جیسی ناسور عادات کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مال کو استعمال نہ کرے۔[43] اس مال کو خدا کی امانت سمجھے اور یہ بات ذہن میں رکھے کہ کل ایک دن آئے گا جس میں نعمتوں کے بارے سوال کیا جائے گا۔ پس اس دن کی آمادگی ضروری ہے کیونکہ اصل کامیاب وہی ہو گا جو اس دن سرخرو ہو گا۔ جو مال حاصل ہوا ہے اس میں بچت کرکے اس سے سرمایہ کاری کرنا، اسے مختلف فلاحی کاموں میں صرف کرنا۔ تربیت اقتصادی اسلامی ان تمام جہات میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ جو بھی چیز ہاتھ میں آئے اسے استعمال کرنے سے پہلے حلال و حرام کی شناخت بہت ضروری ہے۔ اسی لیے معصومینؑ نے فرمایا ہے کہ حلال و حرام میں سمجھ بوجھ حاصل کرو ورنہ تم بدتہذیب ہو۔[44]

دو متضاد اقتصادی ماڈل

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو محض نظریاتی اور خشک و خالی تعلیم نہیں دی؛ بلکہ اقتصادی ماڈل اور اقتصادیات کے عملی نمونے بھی ان کے سامنے رکھے ہیں۔ اسلام نے ہمارے سامنے جو اقتصادی ماڈل پیش کیے ہیں اُن میں سے ایک وہ اقتصادی ماڈل ہے جو فرد یا بشر محور ہے اور خود انسان ہی اس کا اول و آخر ہے۔ جبکہ دوسرا، وہ اقتصادی ماڈل ہے جو خدا محور ہے اور اُس میں اقتصاد قربِ الٰہی کے حصول کا زینہ اور ذریعہ ہے۔ پہلے اقتصادل ماڈل کو "قارونی ماڈل" اور دوسرے کو "قرآنی ماڈل" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن نے ہمیں ان ماڈلز میں سے کسی ایک کے اپنے کی منطق بھی سکھلائی ہے۔ ذیل میں ہم ان ماڈلز کے خدّوخال اجاگر کریں گے۔

1۔ قارونی ماڈل

قارونی اقتصادی ماڈل کی مثال زمانہ قدیم میں فرعونی اور قارونی نظام اور زمانہ جدید میں سرمایہ دارانہ نظام اور سوشیالزم ہیں۔ اس نظام میں اقتصادی فعالیت کا محور انسان ہے۔ مزید برایں، اس میں ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کو غلام بنالے۔ اس اقتصادی ماڈل میں ایک اقتصادی عامل کے طور پر ہر شخص کا ہدف و مقصد فقط مال کا حصول ہوتا ہے؛ چاہے وہ کسی بھی ذریعے سے ہاتھ لگے۔ اس ماڈل میں دنیا بھر کے مادی وسائل کو غارت کرنے کے لیے انسانیت کو قربان کیا جاتا ہے۔ قارونی اقتصادی ماڈل کے پیروکار اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے قدرتی وسائل کا استحصال کرتے ہیں۔ زرخیز زمینوں پر آلودگی پھیلانے والے کارخانے بنائے جاتے

ہیں۔ باغات اور قدرتی ماحول کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔لوگ زمینوں کو ہتھیانا شروع کرتے ہیں۔اور جب اس ماڈل کے پیروکاروں سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی زمین میں فساد نہ پھیلاو اور بنی نوع بشر کا استحصال نہ کرو تو یہ قارون کی وہی منطق پیش کرتے ہیں جس سے قرآن کریم نے پردہ اٹھایا ہے۔ قارون کی منطق یہی تھی کہ جو کچھ میرے پاس ہے،سب میرے اپنے علم اور محنت کی بدولت ہے۔ یہاں قارون اپنی دولت کا مبدأ اور محور اپنی ذات کو قرار دے رہا ہے۔ قارونی اقتصادی ماڈل کی منطق یہ ہے کہ "میری دولت، میری مرضی۔"اس ماڈل نے اقتصادیات سے خدا کو بالکل خارج کر دیا ہے۔یہی قارونی عقیدے کی مشکل تھی۔[45]

قارونی اقتصادی ماڈل کی پیروی میں امیر ،امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔دولت چند ہاتھوں میں گھومتی رہتی ہے اور مٹھی بھر لوگ، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔اس فکر میں دولت کو اکٹھا کرنا ہدف ہوتا ہے۔اس فکر کے حامل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عزت وبرتری کا معیار دولت مند ہونا ہے۔جس کی دولت زیادہ ہے وہی باعزت ہے۔یہاں دولت کی خاطر اگر انسانیت کو بھی قربان کرنا پڑے تو مسئلہ نہیں ہے۔ہم وغم دولت ہے۔ان کی نگاہ میں دولت آنی چاہیے،خواہ وہ حلال طریقے سے ہاتھ آئے یا حرام کے رستے سے۔

سورہ قصص اس ماڈل کو بیان کرتی ہے۔" بیشک قارون موسٰی کی قوم میں سے تھا مگر اس نے قوم پر ظلم کیا اور ہم نے بھی اسے اتنے خزانے دے دیئے تھے کہ ایک طاقت ور جماعت سے بھی اس کی کنجیاں نہیں اٹھ سکتی تھیں پھر جب اس سے قوم نے کہا کہ اس قدر نہ اتراؤ کہ خدا اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔" (76:28) اور جو (مال) اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، البتہ دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر اور احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ کر یقینا اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ (77:28) قارون نے کہا: یہ سب مجھے اس مہارت کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھے حاصل ہے، کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی امتوں کو ہلاکت میں ڈال دیا جو اس سے زیادہ طاقت اور جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے تو ان کے گناہ کے بارے میں پوچھا ہی نہیں جائے گا۔ (78:28)

اگرچہ قارونی ماڈل کو فالو کرنا، خود پرستوں کو پسند ہے لیکن قرآن وسنّت میں اس ماڈل کو فرد و سماج کے لئے ایک تباہ کن ماڈل قرار دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم نے کچھ ظاہر بین لوگوں کا حال بیان کیا ہے کہ جنہوں نے قارون کا مال اور جاہ وحشم دیکھا تو اُن کی بھی رال ٹپکنے لگی اور وہ یہ آرزو کرنے لگے کہ اے کاش! جو قارون پر فضل ہوا ہے، وہ ان پر بھی ہو جائے۔کاش انہیں بھی یہ مادی لذتیں نصیب ہوتیں۔قرآن کریم نے ان لوگوں کی اس تمنائے خام کو یوں بیان فرمایا ہے:

"تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے کاش ایسا ہی ہمیں بھی ملے۔ وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔ (79:28) اور جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے: تم پر تباہی ہو! اللہ کے پاس جو ثواب ہے وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل انجام دینے والوں کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والے ہی حاصل کریں گے۔ (80:28) پھر یہی ہوا کہ قارون اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ زمین بُرد ہو گیا: "(آخرکار) ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لیے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔" (81:28) اس حال میں کوئی نہیں تھا جو اس کی فریاد کو سنتا اور اس کی مدد کو آتا۔

قارون کا یہ انجام دیکھ کر وہ لوگ جو اُس جیسا بننے اور اس کا سامال و دولت حاصل کرنے کی حسرت اور تمنا کر رہے تھے، اس کے دردناک انجام کو دیکھ کر کہنے لگے: اگر خدا کا لطف ہمارے شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم بھی اس عذاب کا شکار ہو جاتے: اور وہ لوگ جو کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے! کافر نجات نہیں پا سکتے۔(82:28) آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔ پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔ (83:28)

2۔ قرآنی ماڈل

اقتصادیات کا قرآنی ماڈل، درحقیقت، وہ اقتصادی نظام ہے جس کی بنیاد توحیدی تصوّرِ کائنات اور انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کے تصوّر پر استوار ہے۔ اس ماڈل میں بنی نوع بشر کی ہر اقتصادی فعالیت خدا کے حصول کے لیے قرار پاتی ہے۔ اس میں حصول دولت کا آخری ہدف، آخرت کی آبادکاری ہے: "یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بنا دیتے ہیں جو زمین میں بالادستی اور فساد پھیلانا نہیں چاہتے اور (نیک) انجام تو تقویٰ والوں کے لیے ہے۔" (83:28) درحقیقت، قرآنی اقتصادی ماڈل کے پیروکار، میری دولت، میری مرضی کے فارمولے پر نہیں، بلکہ: خدا کا مال، راہِ خدا میں " کے اصول کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ اقتصادی ماڈل ایک ایسا اقتصادی نظام ہے جو ایک یا چند افراد کے ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کی بجائے پورے معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیتا ہے۔اس میں ایک شخص جب مالی لحاظ سے مضبوط ہوتا ہے تو وہ معاشرے کے محروم طبقے کو اٹھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور پورا معاشرہ اوپر اٹھتا ہے۔[46]

اقتصادی ماڈل کے انتخاب کی تربیت

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو مذکورہ بالا دو اقتصادی ماڈلز میں سے کس ماڈل کی پیروی کرنا چاہیے؟ قرآن وسنت میں اس انتخاب کی تربیت دی گئی ہے اور ماڈل کے انتخاب کی منطق بھی بتائی گئی ہے۔ اس سوال کا جواب واضح ہے کہ ایک مومن اور دیندار انسان، جس کا تصوّرِ کائنات توحیدی اور تصّورِ انسان، خلیفۃ اللٰہی ہو اور جو دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیتا ہو، وہی اقتصاد و معیشت کا قرآن ماڈل ہی فالو کرے گا۔ کیونکہ اس کی نظر میں یہ دنیا کا مال و دولت اگر خدا کی رحمت اور مہربانی کے حصول کا ذریعہ ہو تو نور علیٰ نور ہے ورنہ یہی مال انسان کے دنیا اور آخرت کے خسارے کا سبب بنتا ہے۔ پس ایمان کا تقاضا، قرآنی اقتصادی ماڈل کی پیروی ہے۔ مگر جو لوگ محض زبان سے توحید و معاد کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن قلبی طور پر مومن نہیں، وہ جب معاش و اقتصاد کے باب میں داخل ہوتے ہیں دین کو بھلا کر خود عاقل ترین بن بیٹھتے ہیں۔[47]

ان لوگوں کو قرآن نے کافر کہا ہے۔ جنہیں بینک سے امید ہوتی ہے کہ اس میں پیسہ رقم رکھیں گے تو فائدہ ملے گا، لیکن خدائی وعدے پر یقین کرتے ہوئے خمس وزکوۃ اور صدقات نہیں دیتے۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟　　　　بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے ناامیدی[48]

قرآن کریم ہمیں یہ ہدایت فراہم کرتا ہے کہ جو لوگ قارون کی طرح تکبر و غرور کا شکار نہیں ہوتے اور زمین میں فساد نہیں چاہتے اور ان کا مال و دولت خدمت خلق کے لیے خرچ ہوتا ہے۔ اپنے مال و دولت کو خدا کی امانت سمجھتے ہیں اور اسی مال کو آخرت کے لیے زادِ راہ بناتے ہیں۔ جب اقتصاد تقویٰ الٰہی کے سائے میں ہوگا تو اس سے لوگوں میں عدل وانصاف و بھائی چارہ کی فضا بنے گی۔ زمینیں آباد ہوں گی اور خلق خدا خوشحال ہوگی۔[49]

نتیجہ گیری

انسانی زندگی میں اقتصاد کی وہی حیثیت ہے جو حیوانات و نباتات کے لیے پانی اور گاڑی کے لیے ایندھن کی ہے۔ اسلام نے انسان کی اقتصادی تربیت کا مکمل اہتمام کیا ہے۔ اسلام کی اقتصادی تربیت فرد اور معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرتی ہے۔ یہ مسلم امت کو استقلال، خود مختاری اور اپنے فیصلے خود کرنے کی آزادی عطا کرتی ہے۔ قرآن وسنت میں انسان کی جامع اقتصادی تربیت کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ اسلام اقتصادی حوالے سے مسلمانوں کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ وہ ایسی زندگی بسر کریں کہ جس میں رزق حلال ہو، بددیانتی، رشوت، ناپ تول میں کمی، کرپشن، حرام خوری، سود، ملاوٹ اور دوسروں کا حق غصب کرنے جیسی اقتصادی برائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ان کے مقابلے میں امانت، دیانت، پاکیزگی، عدالت، انفاق، ایثار، صدقہ، ہبہ، خمس و زکوۃ، احسان، کفارہ،

اسیروں کی رہائی اور محروموں کی دستگیری ہو۔اسلام کی اقتصادی تربیت کا نظام اتنا جامع ہے کہ جو نسلوں کو تن پروری سے نکال کر محنت کش بناتا ہے۔قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم سے لے کر پیداوار تک اور پیداوار کے فروغ سے لے کر وسائل کی کھپت تک، تمام مراحل پر اسلام ایسا تعلیمی مواد فراہم کرتا ہے جو مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی نجات وفلاح اور خوشحالی سی ہمکنار کرتا ہے۔

*****

References

1. Raghib, Isfahani, *Mufardat al-Qur'an*, Tarjma: Maulana Abdah Firozpuri, Vol. 2 (Lahore, Shaikh Shams ul-Haq Urdu Bazar, 1390 SH), Word: "القصد".

راغب، اصفہانی، *مفردات القرآن*، ترجمہ مولانا عبدہ فیروزپوری،ج2 (لاہور، شیخ شمس الحق اردو بازار،1390ھ ج)، مادہ: القصد۔

2. Muhammad bin Makram, Ibn Manzoor, *Lasan al-Arab* (Beirut, Dar al-Fakr Laltabaat wal Nasher wal tozieh, 1414 AH), Word: "القصد".

محمد بن مکرم، ابن منظور، *لسان العرب* (بیروت، دارالفکر والطباعہ والنشر والتوزیع،1414ھ ج)، مادہ: القصد۔

3. Haji Jafar Abbas, *Maktab Ektasadi Islam*, Mutrajam: Rajai Ramsha Wa Syed Muhammad Kazim (Qom, Antasharat Masoah Amozeshi Imam Khomeini, 1390 SH), 52.

حاجی جعفر عباس، مکتب اقتصادی اسلام، مترجم: رجایی رامشہ وسید محمد کاظم (قم، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ،1390)، 52۔

4. Muhammad Hussain, Elahi zadeh, *Darsanama Tarbiat Ektasdi* (Mashad, Tadbar Dar Qur'an wa sira, 1397 SH), 36.

محمد حسین، الٰہی زادہ، *درسنامہ تربیت اقتصادی* (مشہد، تدبر در قرآن وسیرہ، 1397ش)، 36۔

5. Isfahani, *Mufardat al-Qur'an*, Vol. 1, 397.

اصفہانی، *مفردات القرآن*، ج1، 397۔

6. Murtaza, Mutahari, *Taleem wa Tarbiat dar Islam* (Qum, Antasharat Sidra, 1372 SH), 715.

مرتضیٰ، مطہری، *تعلیم وتربیت در اسلام* (قم، انتشارات صدرا، 1372)، 715۔

7. Muhammad Taqi, Misbah Yazdi, *Falsfah Taleem wa Tarbiat Islami* (Tehran, Antasharat Mussa Farhangi Madrasah Burhan (Antasharat-i Madrasah), 1390 SH), 39.

محمد تقی، مصباح یزدی، *فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی* (تہران، انتشارات مؤسسہ فرہنگی مدرسہ برہان (انتشاراتِ مدرس)، 1390ش)،39۔

8. Mehdi, Taghiani wa Adel, Pehghami, *Taleem wa Tarbiat Ektasadi*, Vol. 1 (Tehran, Antasharat Imam Sadiq, 1395 SH), 22.

مہدی، طغیانی وعادل، پیغامی، *تعلیم وتربیت اقتصادی* ج1 (تہران، انتشارات امام صادق، 1395)، 22۔

9. Jami az Nawisadgaan, *Daramdi br Nizaam Nama Tarbiati Al-Mustafa (PBUH)* (Uom, Markaz Bain-ol millali Tarjma wa Nasher Al-Mustafa, 1397 SH), 488.

جمعی از نویسندگان، *درآمدی بر نظام نامہ تربیتی المصطفیٰ (ص)* (قم، مرکز بین المللی ترجمہ ونشر المصطفیٰ، 1397ش)، 488۔

10. Taghiani wa Pehghami, *Taleem wa Tarbiat Ektasadi*, 22.

طغیانی وپیغامی، *تعلیم وتربیت اقتصادی*، 22۔

11. Mohsin, Qaraiti, *Semai Ekhtasad dar Qur'an wa Rawayaat* (Tehran, Mussa Farhangi dar sahai az Qur'an, 1398 SH), 14.

محسن، قرائتی، *سیمای اقتصاد در قرآن وروایات* (تہران، موسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، 1398ش)، 14۔

12. Fatimah Murad, Kahnaki, wa Mutturi Ali, Karimond, Amanullah Nasiri, "Naqsh Ma'ad Bawari dar Taharat Ektasadi, *Pazhush Ha'i Nahj al-Balagha*, Vol. 17. No.59 (1397 SH), 23.

فاطمہ مراد، کہنکی، و مطوری علی، کریموند، امان الہ ناصری، "نقش معاد باوری در طہارت اقتصادی"، *پژوہش ہای نہج البلاغہ*، جلد17، شمارہ59 (1397)، 23۔

13. Ahmad, Safi, Ahmorash wa Parwarsh Ibtatai, Rehnomai Tehsili wa Matwoasta, Chaap. IX (Tehran, Nasher smat, 1393 SH), 37.

احمد، صافی، آموزش وپرورش ابتدائی، رہنمائی تحصیلی ومتوسطہ، چاپ نہم (تہران، ناشر سمت، 1393)، 37۔

14. Murtaza, Mutahari, *Nazari bah Nizam Ekhtasad-e-Islami*, Vol. 1 (Tehran, Antasharat Sadra, 1377 SH), 19.

مرتضیٰ، مطہری، *نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی*، ج1 (تہران، انتشارات صدرا، 1402ش)، 19۔

15. Taghiani wa Pehghami, *Taleem wa Tarbiat Ektasadi*, 26.

طغیانی وپیغامی، *تعلیم وتربیت اقتصادی*، 26۔

16. Marzia, Muhass, “Mobani wa Masadiq Taleem wa Tarbiat Ektasadi”, *Farzandan dar Khanwada Islami*, Issue # 4 (1393 SH), 55.

مرضیہ، محصص، "مبانی ومصادیق تعلیم وتربیت اقتصادی"، *فرزندان در خانوادہ اسلامی*، شمارہ4 (1393)، 55۔

17. Murtaza, Mutahari, *Baseet Giftar* (Tehran, Antasharat Sadra, 1390 SH), 54.

مرتضٰی، مطہری، *بیست گفتار* (تہران، انتشارات صدرا، 1390)، 54۔

18. Muhammad Muhammadi, Rai Shahri, Mutrajam: Hameed Raza Sheikhi, *Mizan al-Hikama*, Vol. 3 (Qum, Dar al-Hadith, 1393 SH), 499, Hadith no. 5357.

محمد محمدی، ری شہری، مترجم: حمید رضا شیخی، *میزان الحکمۃ*، ج3 (قم، دارالحدیث، 1393)، 499، رقم الحدیث: 5357۔

19. Murtaza, Mutahari, *Nazari bah Nizam Ikhtasad-e-Islami*, Vol. 1 (Tehran, Antarsharat Sadra, 1377 SH), 19-20.

مرتضٰی، مطہری، *نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی*، ج1 (تہران، انتشارات صدرا، 1377)، 19-20۔

20. Hassan Ibn Ali, Ibn Shuba Harrani, *Tufh al-Aqool*, Vol. 2 (Qum, Aal-e Ali, 1376 SH), 49.

حسن ابن علی، ابن شعبہ حرّانی، *تحف العقول*، ج2 (قم، آل علی، 1376ش)، 49۔

21. Muhammad Ibn Yaqoob, Kalini, *Al-Kafi*, Vol. 5 (Tehran, Dar Al-Kuttab Al-Islamiyya, 1407 AH), 52; Shaikh Saduq, *Min La Yahzrah al-Faqeeh*, Vol. 3 (Qom, Islamic publications book, 1413 AH), 156.

محمد بن یعقوب، کلینی، *الکافی*، ج 5 (تہران، دارالکتب الاسلامیہ، 1407ھ)، 52؛ شیخ صدوق، *من لا یحضرہ الفقیہ*، ج3 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1413ھ)، 156۔

22. Syed Razi, Sharif, *Nahj al-Balagha*, Tarjma: Zeeshan Haider Javadi (Karachi, Mahfouz Book Agency, 1999), Maktoob 47.

سید رضی، شریف، *نہج البلاغہ*، ترجمہ: ذیشان حیدر جوادی (کراچی، محفوظ بک ایجنسی، 1999ء)، مکتوب 47۔

23. Ibid, Hikmat 163.

ایضاً، حکمت 163۔

24. Rai Shahri, *Mizan al-Hikama*, Vol. 2 (Qum, Dar al-Hadith, 1385 SH), Hadith no. 1385.

ری شہری، *میزان الحکمۃ*، ج 2، (قم، دارالحدیث، 1386ش)، رقم الحدیث 1385۔

25. Muhammad bin Zain al-Din, Ibn Abi Jamhur, *Awali al-La'ali al-Aziziyah fi al-Hadith al-Diniyah*, vol. 4 (Qom, Sayyid al-Shuhada' Foundation, 1403), 39.

محمد بن زین الدین، ابن ابی جمھور، *عوالی اللئالی العزیزیہ فی الاحادیث الدینیہ*، ج4 (قم، موسسہ سید الشھداء، 1403ھ)، 39۔

26. Abu al-Fath, Amadi, *Gharar al-Hakam*, Vol. 1 (Qum, Dar al-Kitab Islami, 1410 AH), Hadith no. 8087.

ابوالفتح، آمدی، *غرر الحکم*، ج1 (قم، دارالکتاب اسلامی، 1410ق)، رقم الحدیث 8087۔

27. Ibid, Hadith no. 8095.

ایضاً، رقم الحدیث 8095۔

28. Abbas, Pasandida, *Rezayat az Zindgi*, Vol. 1 (Qum, Dar al-Hadith, 1392 SH), 159.

عباس، پسندیدہ، *رضایت از زندگی*، ج1 (قم، دار الحدیث، 1392ش)، 159۔

29. Abul Fatah, Amadi, *Gharr al-Hakam*, Vol. 1 (Qum, Dar ul Kitab Islami, 1410 AH), 344.

ابوالفتح، آمدی، *غرر الحکم*، ج1 (قم، دار الکتاب اسلامی، 1410ق)، 344۔

30. Ibid, 227.

ایضاً، 227۔

31. Ibid, 544.

ایضاً، 544۔

32. Rai Shahri, *Mizan al-Hikama*, 5.

ری شہری، *میزان الحکمۃ*، 5۔

33. Muhammad bin Hassan, Sheikh Tusi, *Al-Mali*, Vol. 1 (Qum, Dar al-Thasaqafa, 1414 AH), 666, Hadith no. 298055.

محمد بن حسن، شیخ طوسی، *الامالی*، ج1 (قم، دار الثقافہ، 1414ق)، 666، رقم الحدیث 298055۔

34. Muhammad Hussain, Elahi zadeha, *Darsnama Tarbiat Ektasdi* (Mashad, Tadbar Dar Qur'an wa Sira, 1397 SH), 24.

محمد حسین، الٰہی زادہ، *درس نامہ تربیت اقتصادی* (مشہد، تدبر در قرآن وسیرہ، 1397ش)، 24۔

35. Qaraiti, *Semai Ekhtasad dar Qur'an wa Rawayaat*, 22.

قرایتی، *سیمای اقتصاد در قرآن وروایات*، 22۔

36. Ibid, 70, 71.

ایضاً، 70، 71۔

37. Erwani, Jawad, "Ikhlaaq Ektasadi az Dedga Qur'an wa Hadith", Issue # 14 (1383 SH), 104.

ایروانی، جواد، "اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن وحدیث"، شمارہ 14، (1383ش)، 104۔

38. Abdullah bn Jafar, Hamiri, *Qarb al-Asnad* (Qom, Mussa Al-Al-Bayat Lahiyya al-Tarath, 1413 AH), 115.

عبداللہ ابن جعفر، حمیری، *قرب الاسناد* (قم، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، 1413ق)، 115۔

39. Muhammad bn Yaqoob, Kalini, *al-Kafi*, Vol. 5, Kitab al-Ma'ishaha (Tehran, Dar-ul Kotub al- Islamiayah, 1407 AH), 86.

محمد بن یعقوب، کلینی، کافی، ج5،کتاب المعیشۃ،بَابُ مَا یَجِبُ مِنَ الِاقْتِدَاءِ بِالْأَئِمَّةِ ع فِي التَّعَرُّضِ لِلرِّزْقِ، (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1407ق)،86۔

40. Hassan bn Ali, Ibn Shuba Harrani, *Tufh al-Aqool*, Vol. 2, p.267.

حسن ابن علی، ابن شعبہ حرّانی، تحف العقول، ج2، 267۔

41. Muhammad Hussain Saeed, Razi, Ghulam Abbas, "Ahdaaf Ejtamai Tarbiat Ektasadi dar-Qur'an", Qur'an wa Elam, Vol. 16, Issue # 31, (Qom, Al-Mustafa International University, 1401 AH), 207.

محمد حسین صاعد، رازی، غلام عباس، "اہداف اجتماعی تربیت اقتصادی در قرآن" قرآن وعلم، جلد16، شمارہ31 (قم، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، 1401ش)، 207۔

42. Sanhati Fatimah, Mousa zadeha, Zahra, Tabi'in al-Musafah Ha Tarbiat Ektasadi bar Hamoza Ha'i Islami (Pardis, Imam Sadiq University, 1396 SH), 73-97.

صنعتی، فاطمہ، موسیٰ زادہ، زہرہ، تبیین مؤلفہ ھای تربیت اقتصادی بر اساس آموزہ ھای اسلامی، (پردیس، دانشگاہ امام صادق، 1396ش)، 73-97۔

43. Syed Muhammad Raza, Mosavi Nasab, "Tarbiat Ektsadi dar Hoza Masrf (Asool wa Rahberdah)" , Magazine "Marfat" Vol. 29, Issue. 7, (Qom, Mosasa-e Pazuhashi-e Imam Khomeni, 1399 SH), 87-94.

سید محمد رضا، موسوی نسب، "تربیت اقتصادی در حوزہ مصرف (اھداف، اصول و راھبردھا)"، مجلّہ "معرفت" جلد 29، شمارہ7 ، (قم،، موسسہ پژوہشی امام خمینی، 1399)، 87-94۔

44. Ahmad bn Muhammad bn Khalid, Barqi, *Al-Mahasan*, Vol. 1, Chap. II (Qum, Dar al-Kitab al-Islamiyah, 1371 SH), 227.

احمد بن محمد بن خالد، برقی، المحاسن، ج1، چاپ دوم (قم، دار الکتب الإسلامیۃ، 1371ق)، 227۔

45. Mohsin, Qaraiti, *Tafseer Noor*, Vol. 7 (Tehran, Mowsa Farhangi dar Sahi az Qur'an, 1397 SH), 95.

محسن، قرایتی، تفسیر نور، ج7 (تہران، موسسہ فرہنگی درسہایی از قرآن، 1397ش)، 95۔

46. Elahi Zadeha, *Darsnama Tarbiat Ektasdi*, 55.

الٰہی زادہ، درس نامہ تربیت اقتصادی، 55۔

47. Nasir Makarim, Shirazi, *Tafseer Namona*, vol. 16 (Tehran, Dar-ul kutab Islamiya, 1387 SH), 172.

ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج16 (تہران، دار لکتب اسلامیہ، 1387ش)، 172۔

48. Allama Muhammad Iqbal, *Bal Jibreel* (Lahore, Kapur Art Printing Works, 1935), 72.

علامہ محمد اقبالؒ، بال جبریل (لاہور، کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، 1935)، 72۔

49. Muhammad Hussain, Tababai, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Vol. 16 (Qum, Dafter Antasharat Islami, 1384 SH), 119.

محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج16 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1384ش)، 119۔